Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Research and Analytical Study of Madani Economic Revolution and Prophetic Reforms

مدنی معاشی انقلاب اور نبوی اصلاحات تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Muhammad Farhan Ur Rehman
Ph.D. Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad, 0302-9467440
farhanrehmanmuhammad@gmail.com

Muhammad Ajmal
Ph.D. Research Scholar, Department of Uloom e Islamia, University Of Lahore, 03440591956, muhammadajmal2013@gmail.com

Ayaz Akhtar
Ph.D. Research Scholar, Institute of Islamic Studies and Shariah, MY University Islamabad

Abstract

The first concept given in Islamic economy is that whatever a person has, wealth, land, farm, property, house, business, all these things have been entrusted to him by Allah as a trust. Therefore, in reality, man is not an owner, but a trustee who is authorized to dispose of these things according to the instructions given by his owner. For a long time before the Prophet's migration, the Jews had created a conflict between the tribes of Aws and Khazraj and pushed them into mutual wars under a plan. These two tribes kept fighting each other and the Jews took advantage of this. All the economic resources of Madina were kept in their hands. But after the migration of the Prophetﷺ, the conditions of the people of

CC BY

Medina started to change. After the Hijrah, the Prophet established a brotherhood between the residents of Madinah and the Muslim emigrants who had migrated from Makkah, which, among other benefits, gave the Muslims an important benefit in that the economy was gradually taken away from the Jews. It started falling into the hands of the Muslims. The Prophet ﷺ also gave some instructions to establish the economy of Madina on the right lines, which later came to be considered as the main pillar of the economic system of Islam. Before the Prophet's migration, all the wealth was concentrated in the hands of only a few tribes of Jews, and after the Prophet's migration, due to the economic reforms of the Prophet, instead of being concentrated in the hands of a few Jews, the wealth was automatically distributed among different people.

Keywords: Islamic economy, Prophet's Migration, Jews, economic reforms, wealth

اہل یثرب کی معاشی حالت:

ہجرت نبوی ﷺ کے وقت جزیر عرب کے تین بڑے شہر معاشی اعتبار سے انتہائی اہم سمجھے جاتے تھے، مکہ ، مدینہ اور طائف۔ ان شہروں کے مکین خضرمی (شہری) اور جو لوگ صحراؤں میں زندگی بسر کرتے تھے وہ بدو کہلاتے تھے۔ بدوی لوگ اپنی زندگی کی ضروریات بھیڑ بکریاں اور اونٹ پال کر پورا کرتے تھے۔ مکہ میں صرف تجارت ہوتی تھی زراعت نہیں تھی۔ مکہ تجارت کا مرکز تھا۔ اہل مکہ تجارت میں ماہر تھے۔ مدینہ میں تجارت اور زراعت دونوں ہوتی تھیں۔ طائف میں زیادتر تجارت ہوتی تھی زراعت کم تھی۔ مدینہ منورہ میں بہت سے باغات اور کھیت تھے۔ کھجور اور انگور کے علاوہ بھی بہت سی دوسری پیداوار ہوتی تھیں۔ ہجرت مدینہ کے وقت اگرچہ تجارت میں دوسرے قبائل بھی شریک تھے لیکن زیادتر تجارت یہودیوں کے ہاتھ میں تھی۔

اہل یثرب کے معاشی ذرائع:

اہل یثرب مختلف ذرائع استعال کر کے اپنی ضروریاتِ زندگی پوری کیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند اہم ذرائع درج ذیل ہیں:

تجارت:

یثرب کی تجارت پر مکمل طور پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ گندم کا بیشتر حصہ اردن سے اور کچھ خیبر سے آیا کرتا تھا۔ قبیلہ بنو نضیر کے یہودی اس میں پیش پیش تھے۔ ملک شام کے مختلف علاقوں میں ان کی تجارتی کوٹھیاں اور مراکز تھے۔ جہاں وہ ایمپورٹ و

CC BY

ایکسپورٹ کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ لوگ خوشبوؤں، سمندر سے نکالے گئے موتی جواہرات وغیرہ کی تجارت بھی کرتے تھے۔ اس بات کی تصدیق یہ مشہور واقعہ بھی کرتا ہے کہ یہودی تاجروں ایک بہت بڑا قافلہ، جس میں خوشبوؤں جواہرات اور سمندری سامان غالبًا موتی وغیرہ سے لدا ہوا مدینہ کے بازار میں آکر اترا۔ مسلمان خواتین اور نوجوانوں نے حسرت کی نظر سے ان سب چیزوں کو دیکھا اور دل میں محسوس کیا کہ تمام مال و دولت تو یہودیوں کے پاس ہے مسلمانوں کے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ اس پر مسلمانوں کی تسلی کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ (۱)

ولقدآتیناک سبعًا من المثانی والقرآن العظیم

لاتمدن عینک الی ماامتعناب٥ازواجًامن ھم (۲)

”اور ہم نے آپ کو قرآن اور سات مثانی عطا فرمائے ہیں جو بہت
بڑی نعمت ہیں۔ ان کی اس عارضی نعمت پر آپ زیادہ دل میلانہ کریں
یہ ایک وقتی چیز ہے اللہ تعالی نے آزمائش کی خاطر ان کو دی ہے۔“

اہل یثرب کی چند مشہور بیوع:

تمام عرب چونکہ جہالت کا شکار تھا اور مذہبی نظریات کی کمزوری کی وجہ سے وہ عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات میں بھی تنزلی کا شکار تھے۔ معاملاتِ تجارت میں باقی عربوں کی طرح اہل یثرب بھی خرافات کا شکار تھے۔ وہ کاروبار میں انتہائی عجیب و غریب طریقے اختیار کرتے ہوئے کئی قسم کی بیوع کرتے، ان میں سے چند مشہور بیوع یہ تھیں:

بیع ملامسہ:

اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ جب دو شخص آپس میں خرید و فروخت کے سلسلہ میں گفتگو کرتے تھے اور جب ان کا آپس لین دین طے ہو جاتا، تو مشتری وہاں رکھے ہوئے سامان وغیرہ کو جاکر چھو دیتا، یوں بیع پوری ہو جاتی تھی اور اب فریقین میں سے کسی کو کوئی اختیار نہ رہتا تھا۔

بیع منابذہ:

اس کی صورت یہ تھی کہ عاقدین کے بھاؤ تاؤ کر لینے کے بعد بیع مشتری کی جانب ایک سامان پھینک دیتا تھا، مشتری پر اس سامان کا لینا ضروری ہوتا تھا۔ اسے کسی بھی طرح کا اختیار نہیں ملتا تھا۔

بیع بالقاء الحجر:

اس بیع میں یہ ہوتا تھا کہ عاقدین کے لین دین کا معاملہ طے کرنے کے بعد مشتری ایک کنکری پھینکتا تھا۔ اب وہ کنکری جس سامان پر بھی جاکر لگتی تھی۔ وہ سامان عقد میں متعین ہو جاتا اور اسی پر معاملہ ختم ہو جایا کرتا تھا۔ (۳)

OPEN ACCESS
CC BY

سودی کاروبار کی مختلف صورتیں:

یہودیوں نے مدینہ منورہ میں سود کے کاروبار کو رائج کر رکھا تھا۔ جس کا فائدہ صرف انہی کو پہنچ رہا تھا۔ کیونکہ سودی کاروبار انہی کو سپورٹ کرتا تھا۔ سود لینے کے کئی طریقے رائج تھے۔ ایک آدمی دوسرے سے کوئی چیز خریدتا۔ خریدنے والا اگر غربت و تنگدستی کی وجہ سے قیمت ادا نہ کر سکتا تو اس کو کہا جاتا کہ وہ اتنی مدت کے بعد اصل رقم کے ساتھ اتنی رقم زائد دے گا۔ اگر وہ اس مقررہ مدت کے بعد بھی قیمت ادا نہ کر سکتا تو معیاد میں اضافہ کر دیا جاتا اور سود کو بھی بڑھا دیا جاتا۔ مثلاً ایک شخص کسی سے سو درہم گندم خریدتا تو اسے کہا جاتا کہ سال گزرنے کے بعد تم ایک سو پچاس درہم ادا کرنا اگر سال گزرنے پر بھی وہ رقم ادا کرنے قابل نہ ہوتا تو اسے ایک سال کی مدت اور دے دی جاتی اور قیت دو سو درہم کر دی جاتی۔

اسی طرح کسی شخص کو قرض دیا جاتا جب قرض کی ادائگی کا وقت آتا تو قرض خواں مقروض سے کہتا کہ یا تو میری رقم ادا کر یا اس میں زیادتی قبول کر تو اگر مقروض کے پاس رقم ہوتی تو وہ ادا کر دیتا وگرنا زیادتی قبول کر کے ایک سال کی اور مہلت لے لیتا چنانچہ مقروض کے ذمہ سو درہم واجب الادا ہونے کی صورت میں اگلے سال دو سو درہم ہو جاتے، اور آگے بھی اسی طرح سود در سود بڑھتا رہتا۔ اسی طرح سود خور کسی کو کچھ درہم قرض دیتا اور اس سے طے کر لیتا کہ ہر سال مقروض اصل رقم کیساتھ اتنی رقم ادا کرے گا۔ (۴)

زراعت:

اس میں بھی یہودیوں کا قبضہ تھا۔ اور مدینہ انصار یعنی اوس اور خزرج کے کے لوگ یہودیوں کے مقروض تھے۔ ان کی زمینیں یہودیوں نے ایک ایک کر کہ ہتھیالی تھیں۔ زرعی پیداوار پر قبضہ بھی یہودیوں کا ہی تھا۔ اس میں بھی وہ لوگوں کا استحصال کرنے سے باز نہ آتے اور پیداوار کے لین دین کے وقت اپنی پیداوار کو اعلی اور دوسروں کی پیداوار کو گھٹیا قرار دے دیتے۔ مدینہ منورہ میں بھی دوسرے علاقوں کی طرح بارٹر کا کاروبار ہوتا تھا۔ لوگ ایک چیز دے کر دوسری چیز لے لیا کرتے تھے۔ ابتدائی معیشت میں ہر جگہ بارٹر کا سسٹم ہوتا تھا۔ یہودیوں نے اس بارٹر سسٹم کو اپنی بالادستی اور اپنے معاشی کنٹرول کو مضبوط کرنے کا ایک ذریعہ بنا رکھا تھا۔ (۵)

حضور نبی کریم ﷺ کی معاشی پالیسی کے بنیادی اُصول:

اللہ تعالی کی حاکمیت:

اس بات پر پختہ یقین کہ کائنات میں جو کچھ بھی ہے اسکا حقیقی مالک اللہ تعالی کی ذات ہے۔ انسانوں کے پاس جو کچھ ہے یہ اللہ کی طرف سے امانت کے طور پر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے؛ "لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ" (۶) "جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے"

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

CC BY

"انسان کسی اور شے کا مالک تو کیا ہو گا خواہ وہ زمین ہو، مکان ہو، ساز و سامان ہو روپیہ پیسہ ہو، وہ تو خود اپنا اور اپنے وجود کا مالک ہی نہیں، اس کے ہاتھ پاؤں، اعضاء وجوارح اور جسم و جان اور اس کی کل توانائیاں، سب اللہ کی ملکیت ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں ان کا امین ہوں "[۷]

یعنی اسلامی معیشت میں پہلا تصور ہی یہ دیا گیا ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے ،مال و دولت ،زمین، کھیت، جائدادیں، گھر بار ،کاروبار یہ سب کچھ اسے اللہ کی طرف سے امانت کے طور پر سپرد کیا گیا ہے۔لہذا حقیقتًا انسان مالک نہیں بلکہ ایک ایسا امین ہے جو اپنے مالک کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق ان چیزوں میں تصرف کا مجاز ہے۔

رازق کائنات اللہ تعالی:

مدنی معیشت میں ایک بنیادی اُصول یہ سمجھایا گیا کہ جس ذات نے مخلوقات کی تخلیق کی ہے وہی ان کا رازق بھی ہے۔اور رزق کا معاملہ بلا تفریق ہے۔انسان ہو یا غیر انسان، مؤمن ہو یا کافر سب کو رزق دینا اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ارشاد باری تعالی ہے:" وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا "[۸]"اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمّہ ہے"

اس لئے کہ اس کا ایک تعارف رَبُّ الْعَالَمِينْ بھی ہے۔اور ایک جگہ ارشاد ہے:"وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ"[۹]"اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے" اسلام میں معاشی حوالے سے انسان کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ رزق کے بارے میں اسے متفکر نہیں ہونا کیونکہ یہ ذمہ داری اللہ تعالی کے ذمے ہے۔بس اسی بنیادی عقیدے کو مد نظر رکھتے ہوئے محنت کرتا رہے وہ اسے اس کی توقعات اور اوقات سے زیادہ عطا فرمائے گا۔

حق معیشت میں مساوات:

اسباب معیشت مین ہر جاندار کو فائدہ اٹھانے کا مساوی حق دیا گیا ہے۔اور ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی دولت کو استعمال کر کے اپنی معاشی حالت بہتر کر سکتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے:"اور ہم نے تمہارے لئے اور ان کے لئے جن کو تم رزق نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کیے ہیں"[۱۰]

منصفانہ معیار معیشت:

اسلام معیشت میں درجات کا تو قائل ہے جو کہ فطری ہوں۔جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:"وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ"[۱۱]"اور خدا نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے""اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ"[۱۲]"اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراغ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے""وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ"[۱۳]"اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے""وَكَاَيِّنْ مِّنْ دابة لَاتَحمِلُ رِزقها اللّٰهُ یرزقها و ایّاکم"[۱۴]"اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا

رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی انہیں رزق دیتا ہے اور تمہیں بھی "لیکن اسلامی نظام معیشت کسی بھی نظام کے ایسے اُصولوں کو رد کرتا ہے جو غیر فطری ہوں، جس سے امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھتا چلا جائے۔

بیت المال اور اس کے ذرائع آمدن

مال غنیمت:

اسلامی فوج جب کسی علاقہ پر چڑھائی کرے تو فتح کے بعد جو بھی مال (قیدی، اسلحہ، مال و دولت وغیرہ) اس کے ہاتھ آتا ہے اُسے مال غنیمت کہا جاتا ہے۔ اس کے حکام سورۃ الانفال میں آئے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے۔"وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ "(۱۶)"اور جان رکھو کہ جو مال غنیمت تمہیں ملے، سو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اور (رسول ﷺ کے) قرابتداروں کیلئے اور یتیموں کیلئے اور مسکینوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے۔"

زکوۃ:

ہر صاحب نصاب مسلمان شخص پر اڑھائی فیصد کے حساب سے زکوۃ فرض ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔"واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوۃ "(۱۷)"اور نماز ادا کرتے رہو اور زکوۃ دیتے رہو" یعنی زکوہ کی حیثیت اختیاری نیکی یا نفلی صدقے کی نہیں بلکہ یہ ایک فریضہ ہے جس کی ادائیگی لازمی ہے۔ یہ اللہ سبحانہ وتعالی کی طرف سے ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ زکوۃ اسلامی نظام معیشت کی عوج رواں ہے۔ اسلام نے نظامِ زکوۃ کے ذریعہ معاشرے کے کمزور اور حاجت مند افراد کو معاشی تحفظ عطا کیا۔ ہے۔ یہ ایک طرف تو دولت مند طبقہ کے سکون اور اطمنان کا سبب بنتا ہے تو دوسری طرف معاشرے کے پسے ہوئے افراد کو احساسِ کمتری سے بچاتا ہے ۔یعنی یہ ایک ایسا نظام ہے جو پورے معاشرے کی فلاح ضامن ہے۔

شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:

" زکوۃ کی دوسری مصلحت معاشرے کے فائدے میں ہے اور وہ یہ کہ معاشرہ کی حقیقت ہے کہ اس میں ہر طرح افراد کمزور اور ضرورت پائے جاتے ہیں۔ اور یہ حالات ایک دن کسی پر اور دوسرے دن کسی اور کے ہوتے ہیں۔ اگر فقیر اور حاجت مند افراد ان میں نہ پائے جائیں تو لوگ ضرور ہلاکت میں پڑ جائیں اور فاقوں سے مر جائیں۔ نظام سلطنت چلانے کے اتنا مال و اسباب ہونا چاہیے جس سے افراد معاشرہ کے معیشت کو کا انتظام ہو سکے۔"(۱۸)

عشر:

زمین کی پیداوار کی زکوۃ کو عشر کہا جاتا ہے۔ نہری زمینوں کی پیداوار پر بیسواں جبکہ بارانی زمینوں کی پیداوار پر دسواں حصہ مقرر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ "(۱۹)" اے ایمان والو! جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اور جو چیزیں ہم تمہارے لئے زمین سے نکالتے ہیں ان میں سے (راہ خدا میں) خرچ

OPEN ACCESS
CC BY

کرو۔" اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس زمین کو چشمے یا بارش سیراب کرے یا وہ زمین خود بخود سیراب ہو، اس میں دسواں حصہ ہے اور جسے کنویں (وغیرہ) سے پانی دیا جائے۔ اس میں بیسواں حصہ ہے "(۲۰)

جزیہ:

وہ ٹیکس جو اسلامی ریاست میں حکومت غیر مسلم رعایا سے ان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کرتی ہے۔ اسے جزیہ کا نام دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا حکم موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ "(۲۱)

جزیہ صرف اس شخص سے لیا جائے گا۔ جو عاقل ہو، بالغ ہو، تندرست ہو، آزاد ہو، اور اگر ان سے فوجی خدمت لی جائے تو پھر جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ یا کئی ذمی مسلمان ہو جائے تو اس سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔ اگر حکومت ذمیوں کی حفاظت نہ کر سکے تو ان کا جزیہ واپس کر دیا جائے گا۔

صدقات:

اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کی خاطر اس کے عطا کردہ رزق میں سے معاشرے کے حاجت مند، مساکین، غرباء پر خرچ کرنا، ان کی ضروریات پوری کرنا صدقہ کہلاتا ہے۔ قرآن و سنت میں صدقہ کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ"(۲۲)

خراج:

خراج کے معنی کرایہ اور محصول کے ہیں۔ اس سے مراد وہ محصول ہے جو ایک ریاست اپنے غیر مسلم مالکان کی زمین کی پیداوار سے پر وصول کرتی ہے۔ خراج کی شرح کو شریعت اسلامیہ نے متعین نہیں کیا بلکہ اسے اسلامی ریاست کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے۔

فئے:

مال فئے سے مراد یہ ہے کہ اگر دشمن کی فوج اسلامی فوج سے ڈر کر بغیر لڑے میدان جنگ میں اپنا مال چھوڑ جائے تو وہ مال " فئے " کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ "(۲۳)" اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ان سے بطور فئے دیا، سو تم نے اس کے لئے نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ ہی اونٹ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو جس پر چاہے غلبہ دے دیتا ہے "

CC BY

عشور:

مسلم اور غیر مسلم تاجر جب اپنامال کسی اسلامی ریاست کی حدود میں تجارت کی غرض سے لائیں تو حکومت اس مال پر جو ٹیکس وصول کرتی ہے۔اس کو عشور کہا جاتا ہے۔(اس کی ابتداء خلیفہ دوم حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی)اس کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ مال ۲۰۰ درہم یا اس سے زائد کا ہو۔

اثرات:

تجارتی مرکز کا قیام:

ہجرتِ مبارکہ سے پہلے مدینہ منورہ میں مختلف مقامات پر بہت سے بازار ہوا کرتے تھے۔جن میں ہر قسم کے سامان کی خرید و فروخت ہوا کرتی تھی۔مدینہ منورہ میں مرکزی بازار بنو قینقاع کا تھا۔اس کے علاوہ اور بھی کئی چھوٹے چھوٹے بازار لگتے تھے جن میں سوق الزبالہ،سوق البعلی اور سوق الزراء زیادہ مشہور تھے۔ان بازاروں کے علاوہ کچھ ایسے بازار اور منڈیاں بھی لگتی تھیں جو موسمی ہوا کرتی تھیں۔کبھی کبھی وادی عقیق میں عارضی بھی بازار لگ جایا کرتے تھے۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کچھ سوداگر اپنا سامان لیکر مسجد نبوی ﷺ کے سامنے بازار لگالیا کرتے تھے یہاں انہیں اپنی چیزوں کو بیچنے کا اچھا موقع میسر آتا کیونکہ یہاں لوگوں اکثر آنا جانا لگا رہتا تھا۔اس طرح انہیں بہت سارے گاہک میسر آجاتے تھے۔[۲۴] اس وقت کے تجارتی مراکز میں سب سے زیادہ مشہور اور بڑا تجارتی مرکز "سوق بنو قینقاع" ہوا کرتا تھا،جہاں ہر قسم کا کاروبار کی دکانیں موجود تھیں جن میں زرگروں سے لیکر لوہار اور اشیاء خوردونوش تک اور غلامون کی خرید و فروخت اور ہتھیاروں کی دکانوں سے لیکر ریشمی کپڑوں کی دکانوں تک وہاں موجود ہوتی تھیں۔الغرض ہر قسم کا تجارتی لین دین وہی پر ہوا کرتا تھا۔

ہجرت مبارکہ کے بعد مکہ سے آئے ہوئے مسلمانوں نے بھی وہاں سٹال لگانا شروع کر دیئے تھے۔مکہ مکرمہ چونکہ عرب کی تجارت کا بہت بڑا مرکز تھا اس لئے اس کے مکین جہاں بھی جاتے تجارت کے پیشہ کو ترجیح دیتے تھے۔مدینہ منورہ میں بھی ہجرت کے بعد مکہ کے مہاجرین نے تجارت ہی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے مدینہ کے کاروباری حلقے میں اپنا منفرد مقام بنالیا۔

لیکن المیہ یہ تھا کہ مدینہ کے ان تجارتی مراکز میں کوئی منصفانہ تجارتی اُصول و ضوابط نہیں تھے اور جو اصول موجود تھے وہ صرف یہودی قبائل کے لوگوں کی تجارت کے تحفظ کے لئے بنائے گئے تھے۔پورے تجارتی مراکز پر یہودی لابی چھائی ہوئی تھی انہی کی من مانی چلتی تھی۔وہ غیر یہودی تاجروں سے غیر ضروری ٹیکس وصول کرتے تھے،بازاروں میں انہیں اپنے ماتحت رہنے پر مجبور کر کیے رکھتے۔

معاشی مضبوطی:

ہجرت نبوی ﷺ سے پہلے ایک طویل عرصہ سے یہودیوں نے ایک منصوبے کے تحت اوس اور خزرج کے قبائل کے درمیان اختلاف برپا کر کے انہیں باہمی جنگوں میں دھکیل رکھا تھا۔یہ دونوں قبائل آپس میں لڑتے رہتے تھے اور یہودیوں نے اس سے

OPEN ACCESS

فائدہ اٹھاتے مدینہ منورہ کی تمام معاشی وسائل کو اپنے ہاتھوں میں سمیٹ رکھا تھا۔لیکن ہجرت نبوی ﷺ کے بعد اہل مدینہ کے حالات بدلنا شروع ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے رہائشی اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان مہاجرین کے درمیان عقد اخوت قائم کر دیا جس سے دوسرے فوائد کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ایک اہم فائدہ یہ ہوا کہ اقتصاد دھیرے دھیرے یہودیوں سے چھن کر مسلمانوں کے ہاتھوں میں آنے لگا۔دوسری طرف مہاجرین تجارتی کاموں میں مہر تھے کھیتی اور صنعتی کاموں کو پست شمار کرتے تھے لیکن انصار کھیتی اور باغبانی میں مہر تھے ان دونوں چیزوں یعنی کھیتی اور تجارت کا اقتصاد میں اہم کردار ہوتا ہے۔ہجرت نبوی ﷺ کے بعد یہ دونوں چیزیں مسلمانوں میں ایک ساتھ جمع ہو گئیں تھیں تو ظاہر سی بات ہے کہ اقتصاد کو مضبوط ہونا ہی تھا۔[۲۵]

پہلے اسلامی بازار کا سنگ بنیاد:

یہودیوں نے مدینہ کے بازاروں میں ہر قسم کی بے قاعدگیوں اور برائیوں کا ماحول بنا رکھا تھا،یہودیوں کے اس ظالمانہ رویئے سے دوسرے قبائل کے تاجروں کے ساتھ ساتھ مسلمان تاجر بھی براہ راست متاثر ہو رہے تھے۔لہذا رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے اس رویئے اور مسلمان تاجروں کی مشکلات کو دیکھتے ہوئے،مسلمانوں کے لئے الگ تجارتی مرکز کے قیام کا فیصلہ فرمایا۔

”عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ: " لَمَّا أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَجْعَلَ لِلْمَدِينَةِ سُوقًا أَتَى سُوقَ بَنِي قَيْنُقَاعَ، ثُمَّ جَاءَ سُوقَ الْمَدِينَةِ فَضَرَبَهُ بِرِجْلِهِ وَقَالَ: «هَذَا سُوقُكُمْ، فَلَا يُضَيَّقُ، وَلَا يُؤْخَذُ فِيهِ خَرَاجٌ"[۲۶]

”حضرت عطاء ابن یسارؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کے لئے ایک الگ بازار بنانے کا فیصلہ فرمایا تو پہلے آپ ﷺ بنو قینقاع کے بازار میں آئے اور پھر سوقِ مدینہ (یعنی اس جگہ جہاں اس دن کے بعد مدینہ منورہ کا بازار قائم ہوا) تشریف لے آئے رسول اللہ ﷺ نے اپنا قدم مبارک زمین پر زور سے مار کر فرمایا یہ رہا تمہارا بازار،اس کا رقبہ کم نہ کیا جائے اور نہ ہی اس پر کوئی خراج (یعنی موصول چنگی) عائد کیا جائے۔“

جب آپ ﷺ نے یہ بازار قائم فرمالیا تو آپ ﷺ نے مدینہ کی معاشیات کو صحیح خطوط پر قائم کرنے کے لئے بعض ہدایات بھی دیں جو بعد میں اسلام کے معاشی نظام کا بنیادی ستون سمجھی جانے لگیں۔ان ہدایات میں سے چند ہدایات درج ذیل ہیں۔

۱۔آپ ﷺ نے فرمایا بازار میں جو لوگ کاروبار کریں وہ آزادانہ رضامندی سے کاروبار کریں۔

۲۔کوئی بیرونی قوت انہیں کسی خاص انداز (طریقہ کار) پر چلنے کی لئے مجبور نہ کرے۔

۳۔مصنوعی طور پر قیمتوں میں کمی بیشی نہ ہو۔

۴۔ذخیرہ اندوزی نہ کی جائے۔

OPEN ACCESS

۵۔ کسی کو اپنا سامان بازار میں لانے سے نہ روکا جائے۔

۶۔ کوئی شہری آدمی دیہاتی کے لئے مال فروخت نہ کرے۔

۷۔ ادھار کی خرید و فروخت ادھار کے ساتھ نہ کی جائے۔

ان تمام اصلاحات کو ایک ایک کر کے آپ ﷺ نے نافذ فرمایا پھر جب یہ اصلاحات نافذ ہو گئیں تو بازاروں کے نگران مقرر فرمائے۔ نبی اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے بعد حضرت سعید بن العاصؓ کو وہاں بازار کی نگرانی کے لئے مقرر فرمایا تا کہ ان تمام شرائط اور قواعد کی پابندی کرائی جا سکے۔[۲۷]

تجارتی لین دین کے پیمانے متعین فرمائے:

مدینہ منورہ میں یہودیوں نے دو قسم کے پیمانے مقرر کر رکھے تھے۔ ایک سودا لینے کے لئے اور دوسرا دینے کے لئے تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے یہ دوہرا معیار ختم فرمادیا اور اس کی جگہ پیمائش والی چیزوں کے لئے اہل مدینہ کے پیمانے کو متعین کر دیا۔ اور وزن والی چیزوں کے لئے اہل مکہ کے پیمانے متعین فرمادیا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "المکیال مکیال اہل مدینہ والوزن وزن المکہ "[۲۸]

"ناپ کیلئے مدینہ کے پیمانے معیار ہوں گے اور تولنے کے لیے مکہ کے پیمانے معیاری مانے جائیں گے"

بازاروں کے نگران مقرر فرمائے:

آپ ﷺ نے مدینہ منورہ کے کاروباری طبقہ کو تحفظ دینے کے لئے بازاروں میں نگران مقرر فرمائے تا کہ مدینہ کی فضاء تجارتی لحاظ سے محفوظ ہو اور تجارتی مراکز ترقی کر سکیں۔ اور تاجروں کو تمام شرائط و قواعد کی پابندی کروائی جا سکے۔ اس سلسلے میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا سربراہ حضرت سعید بن العاصؓ کو بنایا گیا اور مختلف عامل تعینات کئے گئے۔

صاحب الاعشار:

یہ تاجروں کے مال کا اندازہ کر کے ان سے ریاست کی طرف سے عائد ٹیکس (عشور) وصول کرتے۔

صاحب الجزیہ:

ان کے ذمہ ریاست کی غیر مسلم رعایا سے سالانہ ٹیکس وصول کرنا ہوتا تھا۔

صاحب الخراج:

خراجی زمینوں کی کے مالکان سے خراج وصول کرنے کی ذمہ داری صاحب الخروج کی ہوتی تھی۔

صاحب المساحہ:

صاحب المساح کے ذمہ زمین کی جانچ اور پیداوار کا اندازہ لگانا ہوتا تھا۔

کاتب صدقات:

OPEN ACCESS

رسول اللہ ﷺ نے کئی عامل زکوٰۃ مقرر فرمائے جن کے ذمہ زکوٰۃ وصدقات وغیرہ کے معاملات تھے۔[۲۹]

حوالہ جات

(۱)ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت:ص،۴۴۲،الفیصل،لاہور۔۲۰۰۹ء۔

(۲)الحجر:۸۷

(۳)الفرغانی، علی بن ابی بکر، الھدایہ، جلد۳، ص،۵۴،مکتبہ رحمانیہ،لاہور،س۔ن

(۴)چیمہ، منور حسین، اسلام اور جدید اقتصادی نظریات:ص۲۴۳،اسلامک اکیڈمی گھر،لاہور،۱۹۹۶۔

(۵)ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت ص ۴۴۲،الفیصل،لاہور۔

(۶)البقرۃ:۲۸۴

(۷)ڈاکٹر، اسرار احد، اسلام کا معاشی نظام، مکتبہ اسلامیہ، ص۱۵،لاہور،س۔ن

(۸)ہود:۶

(۹)الجمعہ:۱۱

(۱۱)البقرہ:۲۹

(۱۲)النحل:۷۱

(۱۳)الرعد:۲۶

(۱۴)النور:۳۸

(۱۵)سیلوہاروی، حفظ الرحمٰن، اسلام کا اقتصادی نظام مکتبہ رحمانیہ،لاہور،ص ۵۰،

(۱۶)الانفال:۴۱

(۱۷)البقرہ:۱۱۰

(۱۸)شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کتب خانہ شان اسلام،لاہور،ص:۳۵۹،

(۱۹)البقرہ:۲۶۷

(۲۰)بخاری، محمد بن اسمٰعیل بخاری، صحیح البخاری،ج۲،ص۵۴،دار طوق النجاہ، دمشق۔

(۲۱)التوبہ:۲۹

(۲۲)البقرہ:۲۵۴

(۲۳)الحشر:۶

(۲۴)جستجوئے مدینہ، عبد الحمید قادری، مکتبہ لاہور، نفس اسلام، ص۳۰۴،س۔ن

CC BY

(۲۵)مہدی پیشوائی، تاریخ اسلام، مکتبہ السید، تہران، ص:۲۵۵،

(۲۶)عمر بن شبہ، تاریخ لابن شبہ، السید، جدہ، جلد ا، ص:۳۰۴

(۲۷)ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت، مکتبہ الفیصل، لاہور، ص:۴۲۸

(۲۸)شاذلی، علی بن حسام الدین، علاؤالدین، کنز الاعمال، شہر، مؤسۃ الرسالۃ، ۱۴۰۱ھ، (۱۹۸۱ء)، ج:۱۲، رقم الحدیث:۳۴۸۰

(۲۹)ڈاکٹر، محمود احمد غازی، محاضراتِ سیرت:ص، ۴۴۵، الفیصل، لاہور۔ ۲۰۰۹ء۔

CC BY